الخضوع

(تواضع اور عاجزی اختیار کرنا)

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱	مقام حضرت مریم علیہا السلام	۵
۲	ضرورت صلاح وفلاح	۷
۳	اہل کمال کے علوم	۸
۴	عوام وخواص کی غلطی	۱۰
۵	ترجمہ پڑھنے کے آداب	۱۰
۶	پڑھی لکھی عورتوں کی حالت	۱۱
۷	تعلق باللہ کا اثر	۱۲
۸	چھوٹوں سے نصیحت حاصل کرنا	۱۳
۹	اہل اللہ کا طریق	۱۴
۱۰	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طریق	۱۵
۱۱	حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مجاہدہ	۱۷
۱۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مجاہدہ	۱۷
۱۳	ہماری حالت	۱۷
۱۴	کمالات کو ظاہر کرنے کا نقصان	۱۸
۱۵	اللہ والون کی شان	۱۹
۱۶	تکبر کے اسباب	۲۰
۱۷	سرکش نفس کی مثال	۲۲

۱۸	حکایت	۲۳
۱۹	نفس کا دھوکہ	۲۳
۲۰	نفس کی نگرانی کی ضرورت	۲۴
۲۱	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب خاص	۲۵
۲۲	ہماری طاعات وسیئات	۲۷
۲۳	خلاف سنت عمل کا انجام	۲۸
۲۴	اپنے عمل کو ناقص سمجھو	۲۹
۲۵	آج کل کی عورتوں کی حالت	۲۹
۲۶	شوہر کی اطاعت کا اہتمام	۳۰
۲۷	کن چیزوں میں شوہر کی اطاعت لازم نہیں	۳۲
۲۸	عورت کا مقام	۳۲
۲۹	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہونے کی تمنا نہ کرے	۳۴
۳۰	عورت کا عورت ہونا ہی باعث فضیلت ہے	۳۴
۳۱	تواضع کی تاکید	۳۵
۳۲	انتخاب مضمون کی وجہ	۳۵
۳۳	تواضع اختیار کرنے کا حکم اور طریقہ	۳۶
۳۴	تواضع کی مثالیں	۳۷
۳۵	ضرورت محاسبہ ومراقبہ	۳۹
۳۶	مراقبہ کا طریقہ	۳۹
۳۷	مقام شکر	۴۰
۳۸	نسب میں افراط وتفریط	۴۳
۳۹	خلاصہ وعظ	۴۴

وعظ

الخضوع

(تواضع اور عاجزی اختیار کرنا)

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ نے تواضع اور تکبر کے ترغیب وترہیب کے متعلق یہ وعظ مولوی رضی الحسن صاحب کے مکان واقع کاندھلہ ضلع مظفر نگر پر ۲۳/ ربیع الثانی ۱۳۳۴ھ کو بوقت صبح بیٹھ کر بیان فرمایا۔ ۱۵۰ سمجھدار مردوں اور عورتوں کا مجمع تھا۔ ۲ گھنٹے بیان میں صرف ہوئے۔

حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب گنگوھی نے قلمبند کیا۔

خلیل احمد تھانوی

رجب ۱۴۳۳ھ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

خطبۂ ماثورہ

الحمد للّٰہ نحمدہٗ و نستعینہٗ ونستغفرہٗ و نؤمن بہ ونتو کل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد انّ سیدنا ومولانا محمدًا عبدہ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ و بارک وسلم **اما بعد:**

فاعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

﴿یٰمَرْیَمُ اقْنُتِیْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِیْ وَارْكَعِیْ مَعَ الرّٰكِعِیْنَ﴾ (۱)

”اے مریم (علیہا السلام) اطاعت کرتی رہو اپنے پروردگار کی اور سجدہ کیا کرو اور رکوع کیا کرو، ان لوگوں کے ساتھ جو رکوع کرنے والے ہیں“

مقام حضرت مریم علیہا السلام

اس آیت میں ہر چند کہ خطاب خاص حضرت مریم علیہا السلام کو ہے لیکن مضمون عام ہے، میں نے اس آیت کو دو وجہ سے اختیار کیا ہے۔ اول تو یہ کہ اس وقت زیادہ مقصود عورتوں کو سنانا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ ان کی ہی جنس سے ایک فرد خاص کو جو حکم ہوا ہے اس کو بیان کیا جاوے۔

دوسرے حضرت مریم علیہا السلام کی تخصیص کرنے میں ایک نکتہ ہے، وہ یہ ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے فضائل سب کو معلوم ہیں کہ یہ بی بی بڑی فضیلت والی ہیں۔ حتی کہ فرشتوں نے ان سے کلام کیا ہے یہ اتنی بڑی فضیلت ہے کہ بعض علماء کے قول پر

(۱) آل عمران: ۴۳۔

غیر نبی سے فرشتے نہیں بولتے اسی واسطے بعض علماء ان کی نبوت کے قائل ہوئے ہیں مگر جمہور کے نزدیک نبوت ثابت نہیں، محققین نے تصریح کی ہے کہ کلام ملائکہ مخصوص نہیں بالانبیاء (۱) بلکہ غیر انبیاء سے بھی فرشتے باتیں کر سکتے ہیں۔ فرق اس قدر ہے کہ انبیاء مامور بالتبلیغ ہوتے ہیں (۲) اور غیر انبیاء نہیں ہوتے۔ چنانچہ یہاں جو مریم علیہا السلام کو خطاب ہوا ہے وہ تبلیغ نہیں ہے ان کی اصلاح ہے پس تحقیق یہ ہے کہ نبوت ثابت نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ یہ کلام ملائکہ ان کی بڑی مقبولیت کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ یہ کلام بطور زجر نہیں ہے (۳) پس اس سے مستنبط ہوا کہ مریم علیہا السلام اگر نبی نہیں ہیں تو ولی ہونے میں تو کسی قسم کا شبہ و شک ہی نہیں اور دوسری آیت میں ان کی ولایت کی تصریح بھی ہے چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہے: ''**وامه صديقه**'' اور صدیقیت کمال ولایت ہے۔ بہرحال استنباطاً بھی اور تصریحاً بھی حضرت مریم علیہا علیہا السلام کا صاحب فضائل ہونا معلوم ہوا۔

پس میں نے اس لئے اس آیت کو اختیار کیا ہے کہ یہ معلوم ہو جاوے کہ باوجود اس کہ مریم علیہا السلام اتنی بڑی مقبولہ ہیں لیکن احکام سے وہ بھی مستثنیٰ نہیں تو اور کسی کا تو کیا منہ ہے کہ اپنے آپ کو آزاد سمجھے جیسے کہ بعض عوام کا گمان ہے کہ اصلاح کی ضرورت اس شخص کو ہے جو گناہ میں مبتلا ہے جو مقدس لوگ ہیں ان کو کیا ضرورت ہے۔ اصلاح کی پس یہ غلطی بھی اس آیت سے رفع ہوتی ہے (۴) کہ جب مریم علیہ السلام جیسی صدیقہ بھی احکام سے اور اپنی اصلاح سے معاف نہیں کی گئی ہیں تو اور کون ہے جو بے فکر ہو جاوے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی اصلاح نہیں ہوئی تھی اور وہ سنوری ہوئی نہیں تھیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس قدر سنور چکی تھیں

(۱) فرشتوں کا صرف انبیاء کے ساتھ گفتگو کرنا خاص نہیں (۲) فرق صرف یہ ہے کہ انبیاء کو تبلیغ کرنے کا حکم ہے (۳) ڈانٹ کے طور پر (۴) دور ہوتی ہے۔

اس کی حفاظت کا حکم ہے اور آئندہ کو ترقی کا امر ہے [۱] اس لیے کہ مراتب اصلاح اور درستی کے غیر متناہی ہیں [۲] جو مرتبہ حاصل ہو چکا ہے اس سے آگے دوسرا مرتبہ ہے۔

ضرورت صلاح وفلاح

جس طرح دنیوی فضائل کے اندر جو لوگ ترقی کرتے چلے جاتے ہیں اور جس قدر مراتب حاصل کرتے ہیں ان پر بس نہیں کرتے اور وہ اہل ہمت کہلاتے ہیں اسی طرح دینی فضائل اور اصلاح کے مراتب غیر متناہی ہیں۔ اسی کو مولانا فرماتے ہیں۔

اے برادر بے نہایت در گہیست ہرچہ بروے میرسی بروے مائیست

''اے بھائی بے انتہا درگاہ ہے جس درجہ پر پہنچو اس پر مت ٹھہرو آگے ترقی کرو''

جو مقام اور مرتبہ میسر ہو وہاں ٹھہرو مت بڑھتے چلے جاؤ اور جس طرح ترقی کا حکم ہے اس سے زیادہ ضروری صلاح حاصل شدہ کی حفاظت مامور بہ ہے [۳] صلاح کا بالکل حاصل نہ کرنا تو حرمان ہے [۴] اور اس کی حفاظت نہ کرنا خسران [۵] کا سبب ہو جاتا ہے۔ آج کل لوگوں کو اس کا بالکل اہتمام نہیں ہے اول تو صلاح کی تحصیل ہی کی فکر نہیں اور جو کچھ کسی کو واقع میں یا اس کے زعم میں حاصل ہو بھی جاتا ہے وہ اس کی حفاظت سے بے فکر ہو جاتا ہے۔ یوں سمجھتے ہیں کہ جو کچھ حاصل کیا ہے اب یہ کہاں جاتا ہے حالانکہ یہ سخت غلطی ہے کیونکہ جیسے تحصیل کی ضرورت ہے حاصل شدہ کی حفاظت اس سے زیادہ ضروری ہے۔ دیکھو مال اگر حاصل کیا جاتا ہے تو اس کی حفاظت کی کس قدر ضرورت ہوتی ہے۔ اگر مال جمع کر کے بے فکری ہو جاوے اور حفاظت کا بالکل اہتمام نہ کیا جاوے تو چور لے جاویں گے۔ یہ تو دنیوی فضیلت کی مثال تھی دینی فضیلت کا بھی یہی حال ہے۔

---

(۱) حکم (۲) ان مراتب کی کوئی حد نہیں ہے (۳) جتنی اصلاح ہو چکی ہے اس کی حفاظت کرنے کا بھی حکم ہے (۴) محرومی (۵) باعث نقصان ہے۔

دیکھو اگر قرآن مجید حفظ کیا ہے تو اس کے یاد رکھنے لئے کس قدر اہتمام کی ضرورت ہے۔ حفاظ سے پوچھو کہ وہ ایک مرتبہ یاد کر کے بے فکر نہیں ہوجاتے اور جو بے فکر ہوجاتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں اور حفاظ کو جانے دو کسی کو اگر دو چار سورتیں یاد ہوجائیں اگر ہمیشہ ان کو نہ پڑھتا رہے یاد نہیں رہتیں۔

غرض دنیوی دولت ہو یا دینی فضیلت ہو بغیر اس کی حفاظت کے وہ محفوظ نہیں رہتی۔ یہ مقدمہ سب تسلیم کرتے ہیں لیکن بعض فضائل دینیہ کے اندر ہم لوگوں کا طرزِ عمل اس کے خلاف دیکھتے ہیں۔ وہاں اس مقدمہ پر لوگوں کا عمل نہیں اور وہ بعض فضائل درستی وصلاح نفس ہے(۱) چنانچہ ذکر و شغل سے(۲) اگر کچھ کسی کو حاصل ہوجاتا ہے تو بالکل بے فکر ہوجاتے ہیں مشائخ تک اس میں مبتلا ہیں، ایک حد تک پہنچ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ہم کو کمال حاصل ہوگیا۔ اب ہمارا کام صرف دوسروں کی تربیت ہے اور خود اپنے سے بے فکر ہوجاتے ہیں اور وجہ اس بے فکری اور کم توجہی کی یہ ہوتی ہے کہ یہ سمجھ جاتے ہیں کہ ہم کو جو کچھ حاصل کرنا تھا کر چکے۔

اہل کمال کے علوم

ایک وجہ اور ہوتی ہے وہ یہ کہ اہل کمال کے علوم ہمیشہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور وہ علوم نہایت عجیب وغریب ہوتے ہیں اور یہ علوم پچھلے مراقبات اور ریاضات کے ثمرات اور برکات ہوتے ہیں جیسے حمام میں پانی گرم کیا جاتا ہے تو اس میں گو آگ نہ رہے لیکن پانی برابر گرم رہتا ہے سو وہ اثر اسی کا ہے کہ محنت کر کے پہلے اس میں آگ جلا چکے ہیں۔ اسی طرح یہ علوم پچھلی محنت کا اثر ہوتا ہے پھر اس مدت کے اندر الہامات وواردات (۳) بھی ہوتے ہیں۔ بس وہ اس پر مغرور

---

(۱) نفس کی اصلاح اور درستگی کا اہتمام ہے (۲) تسبیحات وذکر کرنے سے (۳) کچھ باتیں بطور الہام معلوم ہوجاتی ہیں اور قلب پر کچھ علوم منکشف ہوجاتے ہیں۔

ہوجاتے ہیں اور ان علوم اور الہامات کو کمال مقصود سمجھ کر اگلے کمالات کے حاصل کرنے اور سابق حاصل ہوئے کی حفاظت سے بے فکر ہوجاتے ہیں۔

یادرکھو کہ علوم کی مثال ہتھیاروں جیسی ہے اگر ان سے کام نہ لیا جائے یعنی عمل نہ کیا جائے تو بیکار ہیں اسی طرح اس علم پر ناز کرنا لاحاصل ہے اگر کسی نے نماز کے اندر حضورِ قلب کے طریقے یاد کرلئے اور دوسروں کو بتا کر وہ خوش ہوتا ہے اور خود اس کی نماز خطرات اور وساوس کا مجموعہ ہے تو اس علم سے کیا نفع ہے جیسے کوئی حلوا پکانے کی ترکیب یاد کرلے اور دوسروں کو بتا کر خوش ہو یا اس پر خوش ہے کہ ہم چاہیں حلوا پکا سکتے ہیں اور خود کبھی پکا کر نہیں کھاتا تو اس کو کیا حاصل ہے۔

یادرکھو علم اور شے ہے، اور قدرت اور شے، اور دوسروں کو تعلیم دینا دوسری شے ہے، اور اس پر عمل کرنا اور چیز ہے، دوسروں کو طریقہ بتا کر اس کو کافی سمجھنا ایسا ہے جیسے دوسروں کو کھلا کر اپنے پیٹ بھرنے کی امید کرنا۔ پس یہ علوم کمال نہیں ہیں گو بعض علوم کمال بھی ہیں لیکن یہاں گفتگو ان علوم میں ہے جو اشغال کے ثمرات و برکات ہیں(۱)۔ سو یہ علوم کمالات مقصودہ میں سے نہیں گو محمود ہیں اور پھر اگر کمال بھی ہوں تو وہ اسی وقت تک باقی رہیں گے جب تک کہ ان کے اشغال کا اثر ہے اگر چندے ان اشغال سے غفلت رہی تو وہ بھی رخصت ہوجاویں گے۔ چنانچہ بہت لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں جو دولت مند ہونے کے بعد بالکل مفلس اور کورے رہ گئے اس لئے کہ انہوں نے شغل چھوڑ دیا اور مشائخ نے فرمایا ''من لا ورد لہ لا وارد لہ ''(۲) غرض ترقی نہ ہونا تو حرمان ہے اور جو حاصل ہوچکا ہے اس کا ضائع ہونا خسران ہے اور اس میں خواص تک مبتلا ہیں عوام کی تو کیا شکایت ہے۔

(۱) ذکرواذکار کے ثمرات اور برکات ہیں (۲) جو کام پر لگا نہ رہے اس پر واردات نہیں ہوتے۔

عوام وخواص کی غلطی

ان کی کیفیت تو یہ ہے کہ بعض تو ان میں وہ ہیں جن کو دین سے کچھ مناسبت ہی نہیں اس کا کسی درجہ میں اہتمام ہی نہیں اور جن کو دین سے کچھ مناسبت ہے مثلاً کچھ قرآن پڑھنے کی ان کو توفیق ہوگئی یا تہجد کی پابندی نصیب ہوگئی بس وہ سمجھ گئے کہ ہم تو بزرگ اور مقدس ہوگئے خصوصاً عورتیں کہ ان کو بہت جلدی اپنے تقدس کا گمان ہوجاتا ہے۔ اگر قرآن پڑھ لیا تو سمجھ گئیں کہ بس ہمارے برابر کوئی نہیں۔ اب تلاوت بھی چھوڑ دی اور جو کسی نے نصیحت کی تو کہہ دیا کہ ہم نے بہت لڑکیوں اور لڑکوں کو قرآن پڑھایا ہے ہمارے لئے وہی کافی ہے اور اگر ترجمہ بھی پڑھ لیا پھر تو کچھ کسر ہی نہیں رہی پوری مولون (مولوی کا مؤنث) ہی ہوگئیں۔

ترجمہ پڑھنے کے آداب

یاد رکھو قرآن مجید کا صرف ترجمہ پڑھنے سے قرآن مجید سمجھ میں نہیں آتا پوری طرح سمجھ میں جب آتا ہے کہ اول عربی پڑھو اس کے بعد کسی عالم سے سبقاً سبقاً پڑھو۔ اگر ترجمہ پڑھنے پڑھانے کا شوق ہو تو کسی عالم سے پڑھو۔ اگر کوئی عالم ایسا میسر نہ ہو تو نفس ترجمہ پڑھ لیا کرو اور پڑھا دیا کرو اور جہاں بالکل کھلا ہوا مطلب ہے اس کو سمجھا دو باقی اپنی طرف سے ایک حرف نہ بتلاؤ۔ ترجمہ سے مطلب متعین کرنا سخت غلطی ہے بس جیسے قرآن مجید کے الفاظ پڑھتے ہو اسی طرح ترجمہ کے بھی الفاظ پڑھ لیا کرو کہ اس میں بھی نفع ہے۔ باقی مطلب اپنی طرف سے کچھ نہ بناؤ نہ سمجھو۔ ہاں جہاں بالکل کھلی ہوئی بات ہے جیسے ﴿وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا﴾ (۱) ایسے موقع پر بیان کر دینا کچھ حرج نہیں اور جہاں ذرا بھی شبہ ہو یہ سمجھو

(۱) والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

کہ ہم نہیں سمجھے اپنے من سمجھوتی نہ سمجھو۔ (۱) ہاں اگر کسی عالم کی زبان سے اس کی تقریر سن لو اور خوب سمجھ لو کہ بالکل شبہ نہ رہے اس کے بعد بیان کرو۔ یہ قرآن کے ترجمہ کے آداب ہیں جو قابل لحاظ ہیں۔

پڑھی لکھی عورتوں کی حالت

خلاصہ یہ ہے کہ جو عورتیں قرآن پڑھی ہوئی ہیں وہ اپنے کو بیوی جی سمجھتی ہیں اور ان پڑھ عورتوں کو خاطر میں نہیں لاتیں اور جس نے قرآن کا ترجمہ بھی پڑھ لیا وہ اپنے کو عالم اور مولون سمجھتی ہیں۔ یاد رکھو اے عورتو! کہ کسی کمال کا حاصل ہو جانا کافی نہیں۔ تاوقتیکہ اندر سے خود پسندی نہ نکلے اور اس بلا میں بہت سے مرد بھی مبتلا ہیں، عورتوں کی تو کیا شکایت ہے اور بعضی اس سے بھی ترقی کرتی ہیں کہ وہ اپنے کو بزرگ سمجھنے لگتی ہیں اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ اپنے کمالات کو کافی سمجھ کر آگے ترقی نہیں کرتیں اور اپنے کو بزرگ سمجھنے والا اپنے عیوب کو نہیں دیکھتا اس کو ہمیشہ اوروں ہی کے عیوب نظر آتے ہیں، عورتیں چونکہ ناقص العقل ہیں اس لئے ان کو اس بلا میں زیادہ ابتلا ہوتا ہے (۲)۔ اگر ان کو قرآن مجید حفظ ہے تو غیر حافظہ کو حقیر سمجھتی ہیں اور اگر حزب اعظم (۳) بھی پڑھتی ہیں تو بہت ہی بزرگ ہوگئیں اور اگر کچھ اللہ اللہ بھی کرلیا تو پھر تو ان کا کوئی مثل ہی نہیں اور اگر کسی کو اللہ اللہ بتلاتی بھی ہیں تو گویا نبوت مل گئی اس کے بعد ان میں ایک ناز پیدا ہوتا ہے کہ ہم اللہ کے مقبول ہیں بس اب کیا رہا غیبت ان کو حلال ہوگئی عیب جوئی ان کا شغل ہوگیا۔ مردہ مسلمانوں کا گوشت ان کو جائز ہوگیا ان کی وہ مثال ہوجاتی ہے جیسے یہود نے کہا تھا: ﴿نَحْنُ اَبْنَآءُ اللّٰہِ وَاَحِبَّاءُ ہٗ﴾ کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں۔

(۱) جو تمہارے دل میں اس کا مطلب آئے وہ نہ سمجھو (۲) وہ اس مصیبت میں زیادہ مبتلا ہیں (۳) دعاؤں کی کتاب ہے۔

جیسے بیٹے کی برائی بری نہیں معلوم ہوتی اسی طرح ہم کو کچھ مضر نہیں۔ کبھی اپنے نفس کے اندر برائی کا اعتقاد نہیں ہوتا۔ اگر کوئی دوسرا شخص کوئی حرکت کرے جیسے اس کو لتاڑتے (۱) ہیں اسی طرح اپنے نفس کے ساتھ پیش نہیں آتے۔ دیکھئے ہم لوگ رات دن دوسروں کو وعظ کرتے ہیں لیکن کبھی اس کی توفیق نہیں ہوتی کہ ایک ماہ میں ایک ہی بار گھنٹہ بھر کے لئے اپنے نفس سے محاسبہ کرلیا کریں ایسی حالت ہے کہ گویا ہم میں کوئی عیب ہی نہیں اور اگر کوئی دوسرا ہم کو ٹوک دیتا ہے تو نفس کے اندر اس قدر ہیجان ہوگا (۲) کہ بعضے تو اس سے لڑنے مرنے کو تیار ہوجاتے ہیں اور اگر تہذیب کی وجہ سے کچھ نہ کہا دل میں تو ضرور ہی ناگوار ہوگا اور یہ کہیں گے کہ بھلا ہم میں کہیں عیب ہوسکتا ہے اور اگر عیب سمجھ میں آ بھی گیا تو اقرار ہرگز نہ کریں گے بلکہ یہ کہیں گے اس کی یہ مجال کہ ہمارے عیب نکالے۔ اس کا یہ منصب (۳) کہ ہم پر اعتراض کرے ہم بڑے آدمی ہیں یہ چھوٹا آدمی ہے ہم شریف ہیں یہ رذیل ہے۔

تعلق باللہ کا اثر

کالپی (۴) کا قصہ ہے کہ ایک مسجد میں ایک سب انسپکٹر نماز پڑھ رہے تھے، نماز میں تعدیل ارکان نہ کرتے تھے، جلدی جلدی پڑھ رہے تھے، وہاں ایک گندھی (۵) بھی باہر کا آیا ہوا تھا۔ جب وہ تھانیدار صاحب نماز پڑھ چکے تو اس گندھی نے کہا کہ داروغہ جی آپ کی نماز نہیں ہوئی، آپ نماز پھر پڑھ لیجئے، داروغہ جی نے کہا کہ پاجی مردود تیرا منہ اور تو ہم کو نصیحت کرے بڑا نمازی بن کر آیا ہے۔ اس گندھی نے کہا، خیر پاجی مردود ہی سہی مگر خدا کے واسطے آپ نماز پڑھ لیجئے، اس کو اور زیادہ غصہ آیا اور اس گندھی بچارے کو خوب مارا لیکن اس نے بھی پیچھا نہیں

(۱) اسکوڈانٹ ڈپٹ کرتے ہیں (۲) جوش ہوگا (۳) اس کا یہ مرتبہ (۴) جگہ کا نام (۴) عطر بیچنے والا۔

چھوڑا۔ پٹ کر کہا کہ مجھے اپنے پٹنے کا غم نہیں مجھے آپ کی نماز کی بہت فکر ہے میرا دل بہت دکھتا ہے کہ آپ کی نماز مقبول نہ ہو، میرا جسم تو اچھا ہو جائے گا مگر آپ کی نماز کا کوئی بدل نہیں۔ اس لئے آپ نماز پڑھ لیں، ان داروغہ جی پر ایسا اثر ہوا کہ ان کو نماز پڑھنا ہی پڑی، اس گندھی کی تمام قصبہ کالپی میں شہرت ہوگئی جس طرف کو جاتا تھا لوگ کہتے تھے یہ ہے وہ شخص جس نے داروغہ کو نماز پڑھوائی تھی، سب اس کی قدر کرتے تھے۔ برکت کے واسطے اپنے یہاں لے جاتے تھے اور اس کا عطر خریدتے تھے تمام کالپی کا پیر بن گیا اور تجارت بھی خوب چمکی۔ خدائے تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ جو شخص ہمارے ساتھ تعلق رکھتا ہے خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی عزت ہوتی ہے۔

چھوٹوں سے نصیحت حاصل کرنا

پس اگر کوئی تم کو نصیحت کرے خواہ وہ درجہ میں تم سے چھوٹا ہی ہو تب بھی ناگوار نہیں ہونا چاہیے اب تو یہ حالت ہے کہ ذرا نماز وظیفہ کوئی پڑھنے لگے اور چار آدمی اس کو شاہ صاحب یا صوفی صاحب کہنے لگے تو ان کو کوئی نصیحت کر کے تو دیکھے آپے سے باہر ہو جاویں گے کہ ہم کامل مکمل ہیں بلکہ مکمبل یعنی کمبل پوش ہیں۔ ہم کو یہ نصیحت کرتا ہے گویا شاہ صاحب اس درجہ میں ہیں کہ حرام بھی ان کے لئے حلال ہے ان کو تاویل کی بھی ضرورت نہیں اور اگر کوئی مولوی صاحب ہیں تو وہ تاویل کر کے اس فعل کو جائز کر لیں گے۔

میں تو خود اپنا قصہ بیان کرتا ہوں کہ لڑکپن میں والد صاحب کے پاس میرٹھ میں رہتا تھا وہاں نو چندی ہوئی(۱) میں وہاں گیا جس رئیس کے ہاں والد صاحب رہتے تھے ان کے صاحبزادے ہنسنے لگے اور مجھ سے پوچھا کہ کیوں صاحب نوچندی میں جانا کیسا ہے۔ میں نے کہا کہ میں تماشا دیکھنے نہیں گیا تھا بلکہ

(۱) ہر ماہ جو چاند نکلتا ہے تو اس نئے چاند کی پہلی جمعرات کو نوچندی کہتے ہیں۔

اس لئے گیا تھا کہ دیکھوں وہاں کیا کیا منکرات ہیں تاکہ وہاں جانے سے اوروں کو دلائل کے ساتھ منع کرسکوں غرض تاویل کرلی۔

پس جب ہمارے اندر یہ آفت ہے تو جو ہمارے فیض یافتہ ہیں ان میں کیوں نہ ہوگی، کبھی اپنے جرم کا اقرار نہیں کرتے اور عورتیں زیادہ اس بلا میں مبتلا ہیں کہ الف کا نام بے بھی نہیں جانتیں (۱) لیکن اگر کوئی خطا ہوجاوے گی تو ہرگز اپنی غلطی کا اقرار نہ کریں گی اور جب تمام عورتوں کی یہ حالت ہے جوان میں بزرگ ہیں وہ تو زیادہ اس زیور فضائل کی مستحق ہیں۔ اول تو ان کو اپنی برائی نظر ہی نہیں آتی اور اگر معلوم بھی ہو تو اس کا اقرار صریحی کیا معنی کنایتاً بھی کبھی زبان سے نہ نکلے گا جب یہ حالت ہو تو پھر اصلاح کی نوبت کہاں آوے گی۔ اس لئے اول ضرورت اس کی ہے کہ اپنی منقصت پر (۲) تنبیہ ہو۔

اہل اللہ کا طریق

حضرات اولیاء اللہ کی یہ حالت تھی کہ اپنے نفس سے محاسبہ کرتے تھے اور حدیث میں بھی ارشاد آیا ہے: (حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا)(۳) ”اپنے نفس کا خود محاسبہ کرلو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے“ دیکھو اگر کوئی پٹواری اپنے کاغذات کو حاکم کے معائنہ سے پہلے درست کرلے تو معائنہ کے وقت اس کو ندامت نہ ہوگی اور معائنہ سے پہلے پہلے ہر وقت اس کو فکر بھی رہے گی کہ دیکھئے کیا پیش آتا ہے۔

ایک بزرگ کی حکایت لکھی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ صاحبزادے دن بھر جو کام کیا کرو شام کو ہم کو اس کا حساب دیا کرو۔ اس کو بڑی

---

(۱) علم بالکل نہیں (۲) اپنے غیب پر آدمی مطلع ہو (۳) کشف الخفاء للحجلونی بلفظ حاسبوهم ۱:۴۰۸۔

دقت ہوئی، اول تو ہر کام کو سوچ بچار کر کرتا پھر اس کو یاد رکھتا پھر ابا جان کے سامنے ہر کام کی وجہ اور اس کی ضرورت اور توجیہ بیان کرتا، کئی روز اسی پریشانی میں گزرے ایک روز اس نے کہا کہ ابا اس سے کیا فائدہ ہے جو کچھ آپ کو نصیحت کرنا ہو ویسے ہی کر دیا کرو انہوں نے فرمایا کہ بیٹا اس میں یہ حکمت ہے کہ تم کو یہ معلوم ہو جاوے کہ جب میں ایک بڈھے باپ کے سامنے حساب نہیں دے سکتا تو حق تعالیٰ جو عالم الغیب والشہادۃ (۱) اور قادر مطلق ہے اس کے سامنے کیسے حساب دوں گا۔

تو نمی دانی حساب صبح و شام پس حساب عمر چوں گوئی تمام

زیں عملہائے نہ برنہج صواب نیست جز شرمندگی روز حساب

’’تو صبح اور شام کا حساب نہیں جانتا پس زندگی کا حساب کیسے لگاؤ گے، یہ عمل درست نہیں ہے اس سے روز حساب میں سوائے شرمندگی کے اور کچھ نہ ملے گا‘‘

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طریق

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیکھا گیا کہ اپنی زبان کو نکال کر مار رہے ہیں اور یہ فرما رہے ہیں کہ اس نے مجھ کو ہلاکت کے مواقع میں اتارا ہے اور یہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جن کی نسبت دنیا ہی میں یہ بشارت ہے ابوبکر فی الجنہ (۲) ہماری یہ حالت ہے کہ اگر خواب ہی میں جنت کی بشارت ہو جاوے تو ابھی سب چھوڑ بیٹھیں لیکن ان کو صرف جنت ہی میں جانا مقصود نہ تھا بلکہ اپنے مالک کو راضی کرنا بھی منظور تھا۔

دیکھو! اگر کوئی آقا اپنے غلام کی دعوت کر دے تو وہ غلام اگر وفادار ہے تو اس کو کھانا کھانے سے زیادہ اس کا اہتمام ہوگا کہ آقا خوش ہو اور اگر ذرا بھی اس کو

(۱) جو ظاہر اور پوشیدہ سب کو جاننے والا ہے (۲) ابوبکر جنتی ہیں۔

اس کا احتمال ہو کہ آقا مجھ سے ناراض ہے تو وہ سارا کھانا اس کے واسطے زہر ہوجاوے گا۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جنت میں اسی کو بھیجیں گے کہ جس سے راضی ہوں گے پھر کیا وجہ ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس قدر فکر تھا۔

جواب یہ ہے کہ بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ جانتے تھے لیکن بہ سبب خوف الٰہی کے ان کو یہ احتمال ہوتا تھا کہ خدا جانے اس وقت بھی وہ رضا حاصل ہے یا نہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسا دل کہاں سے لاتے کہ اس وقت کی رضا پر کفایت کر کے بے فکر ہوجاتے۔ ہمارا دل تو پتھر ہوگیا ہم کو تو فکر نہیں، اب جو اس حدیث پر شبہ تھا وہ رفع ہوگیا۔

دیکھو! اگر کسی کو کسی سے محبت ہوجاتی ہے تو اگر محبوب کی ذرا بھی ناک چڑھتی ہے تو محبّ کی جان نکل جاتی ہے اور اس کی پوری سعی یہ ہوتی ہے کہ محبوب مجھ سے ایک منٹ کو بھی ناراض نہ ہو، جب محبوب مجازی کے محبین کی یہ کیفیت ہے تو محبوب حقیقی کے محبین کی تو جو حالت ہو کم ہے لیکن ہم کو تو محبوب حقیقی کے بدون قرار آ گیا ہے اس لئے کہ یہ امر ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ ہماری وہ حالت ہے جیسے مولانا فرماتے ہیں۔

اے کہ صبرت نیست از فرزند وزن صبر چوں داری زرب ذوالمنن
اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں صبر چوں داری زنعم الماہدون

”اے اللہ کے بندے جب تو اہل وعیال سے صبر نہیں کرسکتا تو اللہ رب العزت سے کس طرح صبر کرسکتا ہے اور جب تو کمینی دنیا سے صبر نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ سے کیونکر صبر کرسکتا ہے“

غرض بزرگوں نے اپنے نفس کا اس طرح علاج کا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مجاہدہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی نے بزمانہ خلافت دیکھا کہ کمر پر مشک لدی ہوئی ہے اور لوگوں کے یہاں پانی بھرتے پھر رہے ہیں کسی نے پوچھا کہ حضرت آپ یہ کیا کر رہے ہیں، فرمایا کہ کسی بادشاہ کا سفیر آیا تھا اس نے کہا کہ آپ کے عدل کی بہت شہرت ہو رہی ہے میرا نفس سن کر خوش ہوا میں اس کو ذلیل کر کے اس کی اصلاح کر رہا ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مجاہدہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کرتا پہنا پھر فوراً مقراض(۱) منگا کر آستین اس کی کاٹ دی کسی نے پوچھا کہ حضرت یہ کیا کیا، فرمایا کہ کرتہ پہن کر میں اپنی نظر میں اچھا معلوم ہوا، میں نے اس کو بدشکل کر دیا کہ برا لگنے لگوں بزرگوں نے اس طرح مجاہدے کیے ہیں اور نفس کو دبایا ہے کہ مولانا فرماتے ہیں۔

زاں بلا ہا کانبیا برداشتند　　　سر بہ چرخ ہفتمیں افراشتند

"ان بلاؤں کی وجہ سے جو انبیاء علیہم السلام نے برداشت کیں ان کے درجات و مراتب تمام مخلوق سے بلند ہو گئے"

یعنی ان بلیات اور مصائب کو جو انبیاء اور اسی طرح اولیا اللہ نے جھیلا ہے اس سبب سے اللہ تعالیٰ نے ان کا مرتبہ بڑھایا۔

ہماری حالت

ہمارا شب روز یہ شغل ہے کہ ہم اپنے کو عمل کی وجہ سے یا علم کی وجہ سے یا مال کی وجہ سے اچھا سمجھتے ہیں اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ زبان سے بھی اپنے کو اچھا

---

(۱) قینچی۔

کہتے ہیں، بے حد تکبر ہے اپنے کو اتنا بڑا سمجھتے ہیں اس کا بھی تو خیال نہیں کہ سننے والے سن کر کیا کہیں گے، گویا سامع کو یہ حق ہی نہیں کہ اس میں کچھ وسوسہ کرے، اس لیے کہ اپنی بڑائی میں ان کو کچھ شک ہوتا تو اس کا ضرور احتمال ہوتا کہ اپنے دل میں یہ کیا کہے گا۔ پھر زبان سے کہنے والے دو قسم کے ہیں بعضے تو صاف صاف واقعات اپنی بڑائی کے بیان کرتے ہیں اور بعضے کنایۃً اور اشارۃً اپنے کمالات ظاہر فرماتے ہیں۔

کمالات کو ظاہر کرنے کا نقصان

ایک بزرگ کسی کے یہاں مہمان ہوئے، ان میزبان بزرگ نے اپنے خادم سے کہا کہ پانی اس صراحی میں رکھو جو ہم دوسرے حج میں لائے تھے۔ ان بزرگ نے فرمایا کہ آپ نے ایک لفظ سے دونوں حج غارت کردیئے، اگر مجھے یہ معلوم بھی ہوگیا کہ آپ نے دو حج کیے ہیں تو آپ کو کیا نفع ہوا۔

یہ حکایت میں نے بطور مثال بیان کی ہے یہ غرض نہیں کہ اظہار اس میں منحصر ہے اس قسم کی سینکڑوں ترکیبیں ہیں کہ ہم رات دن ان کو اپنے کمالات کے ظاہر کرنے کے لئے کام میں لاتے ہیں۔

مثلاً رات کو ہم تہجد کے لئے اٹھے اول تو زور زور سے جوتوں سے کھڑکا کیا تاکہ سب کو خبر ہوجاوے کہ مولوی صاحب تہجد کے لئے اٹھے ہیں۔ اگر اس سے بھی کام نہ چلا تو پانی زور زور سے گرایا۔ اگر اس سے بھی مقصود حاصل نہ ہوا تو پکار پکار کر قرآن پڑھا اگر اس سے بھی کامیابی نہ ہوئی تو صبح کو جب معتقدین کا مجمع ہوا تو اب فکر ہے کہ کسی طرح اپنے رات کے عمل کو ظاہر کریں، سوچتے سوچتے ایک بات تراشی کہنے لگے کہ رات کچھ شور سا ہو رہا تھا، معلوم ہوتا ہے کہ کہیں چور تھے،

اس وقت تقریباً دو بجے ہوں گے اب سب نے جان لیا کہ حضرت رات تہجد کے لئے اٹھے تھے اور جو زیادہ معتقد تھے ان کا گمان تو یہ ہوا کہ حضرت رات بھر جاگتے ہیں کسی وقت سوتے بھی نہیں۔

کسی امیر سے اپنی ملاقات ہونے کا اور اپنے استغناء کا قصہ بیان کریں گے۔ یہ شائبہ کبر کا ہے یہ ترکیبیں وہ ہیں جن میں ہم خود مبتلا ہیں لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان کی برائی کا احساس ہوتا ہے اور ان کو طاعت نہیں سمجھتے لیکن ابتلا ضرور ہے "وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِی"(۱)

غرض ایسی نظیریں رات دن ہم پر گزرتی ہیں اور اس قسم کی ترکیبوں سے اپنے کمالات ہم لوگ ظاہر کیا کرتے ہیں اور جن کو حس نہیں ہے وہ تو ان ترکیبوں کو کمال سمجھتے ہیں اور اس سے زیادہ یہ کہ اپنے کشف وکرامت کے مدعی بھی ہیں۔ مثلاً کوئی مرگیا تو کہیں گے کہ دیکھا ہمارے ساتھ گستاخی کی تھی اس لئے ہلاک ہوگیا حالانکہ انبیاء علیہم السلام کو لوگ ستاتے تھے، بے ادبی کرتے تھے، بعض اوقات تو ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہی نہیں یہ ایسے مقبول ہوئے کہ ان کے ساتھ گستاخی کرنے سے ہلاک ہوگیا یہ اشد درجہ کا تکبر ہے خدا کے نزدیک اپنے آپ کو بڑا معزز سمجھتے ہیں خدا کی قسم ہے کہ اللہ والوں کی یہ شان ہے کہ اگر کوئی بلا آئی تو ان کو یہ گمان ہوا کہ یہ بلا ہماری وجہ سے آئی ہے۔

اللہ والوں کی شان

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک مرتبہ بارش نہ ہوئی، لوگ آئے، ذوالنون سے عرض کیا کہ حضرت دعا فرمایئے بارش نہیں ہوئی۔ حضرت ذوالنون نے فرمایا کہ بارش گناہوں کی وجہ سے بند ہوتی ہے اور میں سب سے زیادہ

(۱) میں اپنے نفس کی براءت ظاہر نہیں کرتا سورہ یوسف: ۵۳۔

گنہگار ہوں مجھ کو اس شہر سے نکال دو۔

یہ حالت اولیاء کاملین کی تھی کہ کسی آفت کے آنے کو اپنے گناہوں کی وجہ سے جانتے کہاں ہم اور کہاں وہ حضرات ذوالنون تو اولیاء اللہ ہی میں سے تھے۔ خود جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃ اللعالمین ہیں۔ بدر کے واقعہ میں دیکھو کیا فرمایا:

قصہ یہ ہوا تھا کہ غزوہ بدر کے اندر قیدی آئے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تو ان کے چھوڑ دینے کا مشورہ دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب کے قتل کی رائے دی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل فرمایا اس پر عتاب نازل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے اور فرمایا کہ اگر آج عذاب الٰہی آتا تو صرف عمر رضی اللہ عنہ بچتے۔

اللہ اکبر! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ جن کی ذات رحمۃ للعالمین ہے وہ خوف الٰہی سے رو دیں اور یہ فرمادیں کہ میری غلطی کی وجہ سے عذاب آ گیا تھا اور ہم کسی شمار وقطار میں نہیں یہ سمجھیں کہ فلاں شخص پر ہماری گستاخی کی وجہ سے آفت آئی ہے کتنا بڑا مہمل قصہ ہے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا
اس راہ کے فرق کو دیکھو کہ کہاں سے کہاں تک ہے

تکبر کے اسباب

یہ ساری خرابی ہمارے ظرف کی ہے نظر کی کمی ہے کیونکہ تکبر ہمیشہ جہل کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے اور بعض چیزوں کا تو خاص خاصہ ہے کہ ان سے تکبر پیدا ہوتا ہے۔

طبابت اور قرأت و تجوید اور علم معقول ان سے اکثر کم ظرف آدمی کو تکبر پیدا ہوتا ہے اور اس کی وجہ علم کی کمی ہے۔ طبیب اپنے کو بڑا جب ہی سمجھے گا جب اس کی حقیقت سے ناواقف ہوگا۔ اسی طرح علم معقول سے اس کو کبر ہوگا جس کو اس کے مبلغ اصل کی خبر نہ ہو، اسی طرح فن قرأت سے بھی اسی کو ناز ہوگا جو اس کی حقیقت سے آگاہ نہ ہوا اور جو ان فنون کے حقائق تک پہنچ گیا وہ ہرگز ان پر مغرور نہ ہوگا۔

ایک مرتبہ مولانا اسماعیل صاحب نے وعظ فرمایا: ایک شخص نے کہا کہ سبحان اللہ آپ کا کیسا علم ہے مولانا نے فرمایا کہ میرا کیا علم ہے، میں تو ایک ادنیٰ سا طالب علم ہوں۔ اس شخص نے کہا کہ یہ تو آپ کی تواضع ہے فرمایا کہ نہیں یہ تو بڑا تکبر ہے اس واسطے کہ اس بات کا کہنے والا اس کا مدعی ہے کہ میں بڑا صاحب بصیرت ہوں، میری نظر اتنی دور تک پہنچی ہوئی ہے کہ اس کے مقابلہ میں یہ میرا علم کوئی چیز نہیں ایک تو یہ لوگ تھے کہ اپنی تواضع کو بھی تکبر جانتے تھے ایک ہم ہیں کہ تکبر کو بھی تکبر نہیں سمجھتے۔

یہ ساری خرابیاں اپنے کو اچھا سمجھنے کی ہیں۔ حق تعالیٰ کا ارشاد (لا تزکوا انفسکم) ''اپنے آپ کو مقدس نہ سمجھو'' اور اس نہی کی وجہ ظاہر ہے چنانچہ جو لوگ اپنے کو نیک اور پاک سمجھتے ہیں وہ ذرا اپنے دل کو ٹٹول کر دیکھیں کہ ہزاروں وسوسے موجود ہیں اور ایسے ایسے خطرات ہیں کہ اگر ہمارے معتقدین کو ان کی اطلاع ہو جاوے تو ابھی لاحول پڑھ کر بھاگ جاویں اور کبھی پاس بھی نہ آویں اور ہم خود بھی سمجھتے ہیں کہ ہمارے اندر ہزاروں بلائیں موجود ہیں کہ غضب، شہوت، کینہ اور ایسے خطرات کو جن پر گناہ لکھا جاتا ہے۔ یوں کہیے کہ خدا تعالیٰ نے حفاظت فرما رکھی ہے اگر اسباب معاصی کے ہمارے ہاتھ میں ہوں تو ہم گناہ کرنے میں کبھی دریغ نہ کریں ہم کو اپنے باطن کی خوب خبر ہے لیکن اس پر بھی اپنے سے اس لئے معتقد ہیں کہ دوسرے ہمارے معتقد ہیں۔

سرکش نفس کی مثال

ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص کے پاس ایک شریر گھوڑا تھا، اس نے ایک دوست سے کہا کہ اس کو بکوادو اس نے بازار میں جا کر اس کی جھوٹی تعریفیں شروع کیں کہ یہ گھوڑا اچھا ہے ایسا رہوار ہے[1]۔ مالک صاحب بھی وہاں موجود تھے آپ اس سے چپکے سے کہتے ہیں کہ جب یہ گھوڑا ایسا ہے تو میں اس کو کیوں بیچوں، اس نے کہا کہ ظالم تیرا پانچ برس کا تجربہ میری تھوڑی دیر کی جھوٹی باتوں سے جاتا رہا۔

تو صاحبو! یہی حال ہمارا ہے کہ ہم برسوں سے اس نفس سرکش کا تجربہ کر رہے ہیں اور اس کی سرکشی کا ہم کو علم ہے مگر وہ سارا علم و تجربہ معتقدین کی ذراسی بات سے جاتا رہتا ہے اور سمجھتے ہیں کہ کوئی بات تو ہمارے اندر ہے جو یہ لوگ معتقد ہیں۔

بالکل ایسی ہی مثال جیسے ایک بی بی نتھ اتار کر منہ دھو رہی تھی۔ ایک نائن آگئی اور بی بی کو اس حالت میں دیکھ کر دوڑی ہوئی نائی کے پاس گئی کہ بیٹھا کیا ہے، فلاں شخص کی بیوی رانڈ ہوگئی ہے[2] اس کے میاں کو خبر دے میاں پردیس میں نوکر تھے وہ فوراً گیا اور جا کر کہا کہ میاں صاحب تمہاری بیوی بیوہ ہوگئی ہے وہ رونے لگے، نوکر چاکر دوست آشنا آئے، پوچھا کہ آپ کیوں روتے ہیں کہا کہ میری بیوی بیوہ ہوگئی ہے، سب ہنسنے لگے کہ آپ تو زندہ صحیح و سالم بیٹھے ہیں پھر بیوی کے رانڈ ہونے کے کیا معنی۔ کہا کہ ہاں یہ تو میں بھی جانتا ہوں لیکن گھر سے بڑا معتبر نائی آیا ہے ہماری بالکل ایسی ہی مثال ہے کہ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے خوب واقف ہیں لیکن چونکہ ہمارے معتقد اور مرید بڑے معتبر ہیں اس لئے ان کے کہنے سے ہم کو ہمارے علم یقینی پر شبہ پڑ گیا۔

---

(۱) ایسا تیز رفتار ہے (۲) اس کے شوہر کا انتقال ہونے کی وجہ سے بیوہ ہوگئی ہے۔

طرفہ یہ ہے (۱) کہ وہ لوگ خود مرید و معتقد بھی ہمارے ہی مکروں کی وجہ سے ہوئے ہیں، ہماری ریائی نماز اور ریاء کے لئے علمی تحقیقات بیان کرنے سے وہ ہماری معتقد بنے ہیں۔ پھر ان ہی کے کہنے سے ہم کو یقین آ گیا اور یہ یاد نہ رہا کہ یہ ان کا کہنا بھی تو اسی اعتقاد کا ثمرہ ہے کہ جس کو مکر کرکے ہم نے ان کے دل میں بٹھایا ہے، کس قدر جہالت در جہالت ہے۔

حکایت

اس پر ایک حکایت یاد آئی۔ اشعب طماع ایک بزرگ تھے۔ طمع ان پر بہت غالب تھی جن پر طمع اور بخل کا غلبہ ہوتا ہے لوگ ان کو خوب بناتے ہیں۔ اسی طرح لوگ ان کے ساتھ بھی ہنسی کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ جارہے تھے لڑکے ان کو چھیڑنے لگے لڑکوں کے منتشر کرنے کے واسطے کہا کہ میرے ساتھ کیا آرہے ہو، دیکھو فلاں جگہ مٹھائی تقسیم ہورہی ہے، لڑکے اس طرف دوڑنے لگے آپ بھی پیچھے پیچھے ہو لئے کہ شاید واقع میں تقسیم ہورہی ہو حالانکہ ان کو خود ہی اس طرف بھیجا تھا۔

نفس کا دھوکہ

اسی طرح ہم نے اپنے مریدین کے دل میں ہاتھ میں بڑی لمبی تسبیح لے کر اور سر جھکا جھکا کر خود ہی تو اعتقاد پیدا کیا ہے اب وہ اس اعتقاد کی وجہ سے جھوٹی سچی باتیں بنانے لگا تو خود ہی دھوکہ میں آگئے اور اپنے نفس کی سب شرارت بھول گئے۔ خیال تو فرمائیے کہ کتنا بڑا جہل ہے تو یہ ساری خرابی کس چیز سے ہوئی، اپنے آپ کو اچھا سمجھنے سے اس لیے میں نے وہ آیت لی ہے جو حضرت مریم علیہا السلام جیسی ولیہ کے بارے میں آئی ہے کہ وہ اتنی بڑی ولیہ ہیں کہ جن کی ولایت کی خدا نے

(۱) عجیب بات یہ ہے۔

گواہی دی ہے جب ان کو بھی خطاب ہے کہ اپنی اصلاح کریں تو بتلاؤ اور کون ہے جو اس سے مستثنیٰ ہو۔

نفس کی نگرانی کی ضرورت

پس معلوم ہوا کہ اہل فضائل بھی اپنی اصلاح کے فکر سے سبکدوش نہیں ہیں(۱) اس لیے کہ حضرت مریم علیہا السلام سے زیادہ کون بی بی صاحب فضیلت ہوگی۔ اتنی بڑی فضیلت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مردوں میں سے بہت کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں سے مریم کامل گزری ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کامل فرمادیا تو اب وہ ناقص العقل اور ناقص الدین بھی نہیں رہیں اس لئے کہ تصریحاً فرمادیا کہ وہ کامل ہیں اس سے بھی بعضوں کو شبہ ہوا ہے کہ وہ نبیہ ہیں مگر یہ استدلال کافی نہیں۔ بہرحال جس کے کمال کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم گواہی دیں جب ان کو بھی اپنے دین کی حفاظت کی ضرورت ہے تو جو کامل نہیں اور سراپا نقص ہیں ان کو تو بہت ہی کچھ فکر کی ضرورت ہے اور اے عورتو! اگر تم خود اپنی نگرانی اور حفاظت نہ کروگی تو اور کون کرے گا کسی کو کیا غرض پڑی ہے کہ وہ ہر وقت تم پر مسلط رہیں تم کو خود اپنی نگرانی کرنا چاہیے۔

یاد رکھو دو قسم کے لوگ ہیں ایک تو وہ ہیں جو پہلے سے صاحب فضائل ہیں مثلاً قرآن یاد ہے اور احکام شرعیہ سے بھی واقف ہیں، اعمال صالحہ کی بھی توفیق اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے ان کو تو یہ چاہیے کہ اپنے فضائل موجودہ کی حفاظت کریں اور آئندہ فضائل کو بڑھادیں اور اپنے کو کامل نہ سمجھیں، اپنے کو کامل سمجھنا بڑے نقصان کی بات ہے۔ اگر کبھی اپنے کمال کا وسوسہ آوے تو اپنے عیوب بھی ساتھ ساتھ سوچ لیا کریں اور اگر عیب یاد نہ آویں تو یہی خیال کرے کہ اپنے عیب کی خبر نہ ہونا

(۱) بے فکر نہیں ہوسکتے۔

اور اپنے کو کامل سمجھا یہ بھی ایک عیب اور نقص ہے اور اگر کوئی کمال بھی نظر آوے تو اس پر آدمی کیا فخر کرے اس لئے کہ وہ کمال اس کا نہیں ہے حق تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔ جب چاہے چھین لے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب خاص

دیکھو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ تو کوئی باکمال نہیں ہے لیکن حق تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ارشاد فرماتے ہیں ایک مقام پر تو علوم کی نسبت ارشاد ہے، فرماتے ہیں: ﴿وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَیْنَا وَكِیْلًا ۙ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا﴾(۱)

"یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! واللہ اگر ہم چاہیں تو جو کچھ آپ کی طرف ہم نے وحی کی ہے یہ سب سلب کرلیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے ہمارے مقابلہ میں کوئی کام بنانے والا نہ پاویں مگر اپنے رب کی رحمت بے شک فضل اس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑا ہے"

قیاس کیجئے کہ اس آیت کو سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ سن کر کانپ اٹھے ہوں گے۔ اسی واسطے فرمایا: (اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَیْكَ كَبِیْرًا) یعنی آپ اطمینان رکھئے ہم ایسا کریں گے نہیں، اس لئے کہ ہمارا فضل آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہت بڑا ہے۔ یہ مضمون ہم نے اپنی قدرت ظاہر کرنے کے لئے ارشاد فرمایا تاکہ کسی قسم کا ناز نہ ہو اور اس علم کو اپنی ملک نہ سمجھو۔ دوسرے مقام پر اعمال کی نسبت ارشاد ہے:

﴿وَاِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ﴾ (۲)

"یعنی بے شک قریب تھا کہ یہ کفار آپ کو بچلا دیں، اس شے سے جو ہم نے آپ کی طرف وحی فرمائی ہے۔ یعنی ایسا کام کرادیتے جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچل جاتے"۔

(۱) سورۃ الاسراء: ۸۶۔۸۷ (۲) سورۃ الاسراء: ۷۳

اور اس کے آگے ارشاد ہے: ﴿وَ لَوۡلَاۤ اَنۡ ثَبَّتۡنٰكَ لَقَدۡ كِدۡتَّ تَرۡكَنُ اِلَيۡهِمۡ شَيۡـئًا قَلِيۡلًا ۙ اِذًا لَّاَذَقۡنٰكَ ضِعۡفَ الۡحَيٰوةِ وَضِعۡفَ الۡمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيۡنَا نَصِيۡرًا﴾(۱)

''یعنی اے محمد ﷺ! اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم نے آپ ﷺ کو قائم رکھا تو آپ ان کفار کی طرف کسی قدر جھکنے کے قریب ہو جاتے اور اگر ایسا ہوتا تو ہم آپ کی زندگی کا دو چند عذاب اور موت یعنی آخرت کا دو چند عذاب چکھاتے ہیں، پھر آپ ﷺ اپنے لیے ہم پر کوئی مددگار نہ پاتے''۔

حضرات یہ ان کی نسبت ہے جو معصوم اور افضل المعصومین ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہمارے ہی حق میں جمانے سے آپ قائم رہے ورنہ آپ جھک جاتے اللہ اکبر! اب کیا کسی کا منہ رہا ہے جو کسی کمال کا دعویٰ کرے۔

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں: کہ ہر شخص کے ساتھ ایک شیطان رہتا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! آپ ﷺ کے ساتھ بھی ہے؟ فرمایا کہ میرے ساتھ بھی ہے (ولکن اللہ اعاننی فاسلم) ''لیکن اللہ نے مدد فرمائی ہے''۔ پس وہ مسلمان ہو گیا میں اس سے سلامت رہتا ہوں۔

اے اللہ! حضور ﷺ کے علم و عمل سے زیادہ کس کا علم و عمل ہو گا کہ جس پر دعوے کرے۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے: ﴿وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكَ وَرَحۡمَتُهٗ لَهَمَّتۡ طَّآئِفَةٌ مِّنۡهُمۡ اَنۡ يُّضِلُّوۡكَ﴾(۲)

''یعنی اگر اللہ کا فضل آپ ﷺ پر نہ ہوتا اور اس کی رحمت تو ان میں سے تو ایک جماعت نے قصد کر لیا تھا کہ آپ کو بے راہ کر دیں''۔

جب آپ ﷺ کی شان میں ایسے ایسے ارشادات ہیں تو بتلائیے ہم کیا چیز ہیں اور ہمارا علم و عمل کیا چیز ہے۔

(۱) سورۃ الاسراء: ۷۴۔۷۵ (۲) النساء: ۱۱۳۔

ہماری طاعات وسیئات

اے صاحب! اگر نمازی ہونے پر آپ کو ناز اور غرہ ہے تو یہ دیکھو اور غور کرو کہ نماز کا جو ہم کو حکم ہے آیا ہم اسی طرح کی نماز ادا کرتے ہیں اگر غور کرو گے تو خاک بھی نہ پاؤ گے، ہماری نماز کیا ہے نماز کی نقل ہے جیسے مٹی کے خربوزے اور آم کی نقل بنا کر بادشاہ کی بارگاہ میں لے جاویں، بادشاہ کا کرم ہے کہ نقل پر اصل کے برابر انعام دے دیں بلکہ اگر سچ پوچھو تو نقل بھی نہیں ہے کیونکہ نقل مشابہ تو اصل کے ہوتی ہے۔ یہاں مشابہت بھی نہیں اس پر بھی اگر ہمارا نام نمازی ہو جاوے تو محض رحمت اور عطا ہے جزاء نہیں ہے اور ﴿اُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنَاتٍ﴾(۱) کا مصداق ہے ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ہماری یہ طاعات بھی سیئات میں داخل ہیں۔ کیا عجب ہے کہ جو حق تعالیٰ ان کو بدل کر حسنات میں داخل فرما دیں، غرض عبادات کے اوپر ناز کرنے کا کیا حق ہے۔

تلاوت قرآن پر شاید کسی کو فخر و ناز ہو تو اس کو بھی غور کیجئے کہ کیا ہم آداب تلاوت کا لحاظ رکھتے ہیں۔ تلاوت کے آداب خشیت خشوع وخضوع ہیں ہمارے اندر ان کا پتہ بھی نہیں ہے اور باطنی آداب تو علیحدہ رہے۔ ہم الفاظ بھی تو صحیح ادا نہیں کرتے۔ فن تجوید کے اعتبار سے جس طرح قرآن پڑھنا چاہیے ہم کہاں پڑھتے ہیں، غرض ہماری املاء غلط، انشاء، خود غلط در غلط سراپا غلط ہیں۔

روزہ ہی کو لیجئے، روزہ میں غیبتیں شکایتیں دنیا بھر کے قصے ہوتے ہیں، غرض نماز روزہ تلاوت کوئی قابل قبول نہیں ہے۔ پس کونسی عبادت ہے جو ناز کے قابل ہو اور خیر ہم لوگ تو قصداً کوتاہی کرتے ہیں اپنی وسع وطاقت (۲) کی قدر بھی اصلاح نہیں کرتے

(۱) یہ وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا ہے سورۃ الفرقان: ۷۰ (۲) اپنی کوشش اور طاقت کے بقدر۔

باقی جو حضرات اپنی طرف سے پورا حق ادا کرتے ہیں اور اپنی وسعت بھر اعمال و عبادات کی اصلاح کرتے ہیں ان کی طاعت میں بھی تو نقص (۱) رہ جاتا ہے۔

خلاف سنت عمل کا انجام

ہمارے حضرت قدس سرہ کے خلفاء میں ایک مولوی صاحب ہیں صاحب کشف ان کی حکایت ایک شخص نے بیان کی کہ انہوں نے یہ ارادہ کیا کہ ایک مرتبہ تو ایسی نماز پڑھیں کہ جس کی نسبت حدیث شریف میں آیا ہے: (لا یحدث فیھما نفسه مقبلا علیھما بقلبه)(۲)

''یعنی ایسی دو رکعتیں پڑھیں کہ اس میں اپنے نفس سے بالکل بات نہ کرے اور اپنے قلب سے اس پر متوجہ رہے''

ان کو خیال ہوا کہ عمر بھر میں ایک نماز تو ایسی پڑھ لیں جس کی یہ شان ہو۔ چنانچہ انہوں نے بڑا اہتمام کیا اور خطرات کے روکنے کے لئے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی، بعد نماز کے اس نماز کی حقیقت مثالیہ کی طرف متوجہ ہوئے کہ دیکھو میری نماز کیسی ہوئی دیکھا کہ نہایت حسین وجمیل ہر طرح کامل ہے لیکن غور سے جو دیکھا تو آنکھیں نہیں ہیں، بہت حیرت ہوئی کہ یہ کیا بات ہے، میں نے اس نماز کی تکمیل میں کوئی دقیقہ نہیں رکھا تھا۔ حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کی خدمت میں گئے اور حضرت سے اجمالاً سارا قصہ عرض کیا، حضرت نے فوراً فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے کہ تم نے آنکھیں بند کر کے نماز پڑھی ہوگی، انہوں نے عرض کیا کہ حضرت واقعی خطرات کے روکنے کے لئے میں نے ایسا کیا تھا اور فقہاء نے اس غرض کے لئے آنکھیں بند کرنا جائز بھی لکھا ہے، فرمایا کہ جائز ہے لیکن سنت کے خلاف ہے اگر آنکھیں کھول کر سنت کے موافق پڑھتے تو یہ اچھا تھا گو خطرات آتے غرض کامل عبادت کس سے ادا ہو سکتی ہے۔

(۱) کمی رہ جاتی ہے (۲) المصنف لابن ابی شیبہ ۲:۳۸۲۔

از دست و زباں کہ برآید کز عہدہ شکرش بدر آید

''ہاتھ اور زبان سب طاعت وفا میں مصروف ہوں پھر بھی اس کا شکر ادا نہیں کر سکتے''

اپنے عمل کو ناقص سمجھو

حدیث میں آیا ہے کہ بقدر وسعت عمل کرو اور تم احصاء اور احاطہ [1] ہرگز نہ کرسکو گے، پس کمال دین پوری طرح حاصل کرنا بندہ کے امکان سے باہر ہے پھر بایں ہمہ عجز و نقص ناز [2] کا کیا منہ ہے پس ہمارے لئے تو یہی کمال ہے کہ اپنے کو ناقص درناقص اور عاجز درعاجز [3] سمجھیں، ہمارا وجود ہی سرتاپا گناہ ہے [4]۔ (وجودك رتب لا يقاس به رتب) ''تیرا وجود ہی سراپا گناہ ہے اسے گناہ کے علاوہ کچھ اور قیاس نہیں کیا جاسکتا''

اور نقص بھی ایک قسم کا نہیں بلکہ جس پہلو پر نظر کی جائے نقصان ہے کچھ نقص اضطراری کچھ اختیاری ہیں۔ (۵)

آج کل کی عورتوں کی حالت

پھر عورتوں کے اندر خاص کر کے ان نقصانات کے علاوہ ایک نقصان عقل اور دین کا بھی ہے پس ان کو تو کسی طرح بھی اپنے کو کامل سمجھنے کا حق ہی نہیں ہے اور عورتوں میں گو یہ نقص ہے لیکن اس کے ساتھ ہی ان کو خوش بھی ہونا چاہیے کہ ان پر محنت بھی کم ہے سارا بوجھ مردوں کے اوپر ہے ان کو کچھ بھی کام نہیں ہے۔

(۱) تم اسکا پورا حق ادا نہیں کرسکتے (۲) پھر ان تمام عیوب کے ہوتے ہوئے اپنے عمل پر ناز کرنے کا کیا مطلب (۳) اپنے کو ناقصوں میں سے سب سے زیادہ ناقص اور عاجزوں میں سب سے زیادہ عاجز سمجھیں (۴) سر سے پیر تک (۵) کچھ کوتاہیاں اختیاری ہیں کچھ غیر اختیاری۔

ایک لڑکی کہنے لگی کہ ہماری قسمت، ہماری عقل بھی کم، دین بھی کم، میں نے کہا کہ یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو واہ عمل تھوڑا اور اجر زیادہ ہے اور بھی سب بار ہر طرح سے خاوند پر ہے۔ چنانچہ بیچارا تمام دن محنت ومشقت کرتا ہے پھر دینی کام بھی مردوں کے ذمہ زیادہ ہیں، بالنفس (۱) بھی کہ جمعہ ہے، جماعت ہے اور متعلق بالغیر (۲) بھی کہ دین کی اشاعت ہے، تبلیغ ہے اور اس مقام پر مردوں کی مشقت فی المعیشت (۳) پر نظر کرے۔

شوہر کی اطاعت کا اہتمام

ایک سبق عورتوں کے مناسب اور یاد آیا وہ یہ کہ عورتوں کو چاہیے کہ خاوند کی اطاعت کیا کریں اس کا دل نہ دکھایا کریں، آج کل عورتیں اس کا ذرا خیال نہیں کرتیں، وہ باہر سے تو تمام دن محنت اور مشقت اٹھا کر گھر میں آرام کے واسطے آتا ہے یہاں ایک محنت بیگم اس غریب کے ستانے کو موجود ہیں، کوئی بات نصیحت کی کہی تو ایک طعن انہوں نے بیچارے پر کھینچ مارا اور اگر کچھ تیز ہوا تو فرماتی ہیں کہ میں کسی کی لونڈی باندی تو ہوں نہیں جو مجھ کو ایسا ایسا کہتے ہو، خدا کے لئے خاوند کا دل نہ دکھایا کرو، اس سے کوئی گراں (۴) فرمائش نہ کیا کرو، اس کی کسی بات کو رد نہ کیا کرو، مگر آج کل عورتوں کی یہ حالت ہے کہ یوں چاہتی ہیں کہ خاوند ہمارا غلام رہے، بس رات دن ہماری ہی عبادت کیا کرے، خدا تعالیٰ کا ارشاد تو یہ ہے: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ﴾ ''میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے''

(۱) ذاتی طور پر بھی (۲) اور ایسی ذمہ داریاں بھی جو دوسرے سے متعلق ہیں (۳) معاش کمانے میں ان کو کتنی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے (۴) مہنگی ۔

لیکن عورتوں کا مشرب یہ ہے ﴿مَا خلق الازواج الا لیطیعون﴾ ''شوہروں کو صرف ان کی اطاعت کے لئے پیدا کیا گیا ہے''

فرمائش اگر کوئی کیا کرو تو وقت دیکھا کرو، آدمی کا دل ہر وقت یکساں نہیں رہتا جب دیکھو کہ اس وقت خاوند خوش ہے اس وقت ادب سے درخواست پیش کر دیا کرو۔

اگر خاوند بے نماز ہو اس کو بھی حقیر نہ سمجھو، عورتوں میں ایک مرض یہ بھی ہے کہ اگر وہ خود نماز روزہ کی پابند ہوتی ہیں اور خاوندان کو ایسا مل گیا جو آزاد ہے تو اس کو وہ بہت حقیر سمجھتی ہیں اور اگر خاوند انگریزی پڑھا ہوا ہے پھر تو وہ اس کو کافر اور اپنے آپ کو آسیہ (۱) سے کم نہیں جانتیں، ہم نے مانا کہ وہ گنہگار ہے لیکن علماء سے مسئلہ تو پوچھو، دیکھو وہ کیا کہتے ہیں۔ یاد رکھو کہ خاوند خواہ اپنی ذات سے کیسا ہی ہو لیکن تم پر ان کی اطاعت ہی واجب ہے اس لئے کہ وہ تمہارا مالک اور حاکم ہے اور حاکم اگر فاسق بھی ہو تو رعایا پر اس کی اطاعت فرض ہے اگر یزید جیسا بھی کوئی حاکم ہو اور اس کی خلافت قاعدہ شرعیہ سے ثابت ہو جاوے تو اطاعت اس کی بھی ضروری ہے۔ پس تمہارا خاوند یزید سے تو زیادہ نہیں۔ جب یزید کی اطاعت واجب ہے تو خاوند کی کیوں نہ ہوگی۔ اس لئے کہ خاوند کا حاکم ہونا قرآن سے ثابت، حدیث سے ثابت، خاوند ہونے میں اس کے شبہ نہیں نکاح کے گواہ موجود ہیں۔ زوج ہونا(۲) اس کا معلوم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس کی اطاعت میں کوتاہی کرو۔ غرض زوجیت اطاعت کا سبب ہے وہ یزید سہی مگر تمہارا تو وہ بایزید ہے (۳) تم کو نافرمانی کا کیا حق ہے۔ یہاں تک کہ وہ اگر یہ کہے کہ وظیفہ چھوڑ کر میری خدمت کرو تو وظیفہ

(۱) حضرت آسیہ فرعون کی بیوی جو بہت نیک خاتون تھی خود کو ان سے بڑھ کر سمجھتی ہیں (۲) شوہر ہونا (۳) اپنے عمل میں اگرچہ یزید ہو لیکن تمہارے لئے تو حضرت بایزید بسطامی کی طرح قابل اطاعت ہے۔

چھوڑ دو مگر تم تو سمجھتی ہوگی کہ اس سے بزرگی میں فرق آجاوے گا۔ اے عورتو تم کو بزرگ بھی بننا نہ آیا بزرگی تو شریعت کے اتباع کا نام ہے رائے کے اتباع کو بزرگی نہیں کہتے جب تم کو خاوند کی اطاعت کا شریعت سے حکم ہے تو بس بزرگی اسی میں ہے کہ ان کی اطاعت کرو۔

کن چیزوں میں شوہر کی اطاعت لازم نہیں

ہاں اگر وہ نماز روزہ سے منع کرے تو اس میں اس کی اطاعت نہ کرے لیکن نماز روزہ سے بھی مراد فرض ہے، نفل نماز روزہ سے اس کی اطاعت مقدم ہے بلکہ فرائض کی نسبت بھی اگر وہ کہے کہ ذرا ٹھہر کر پڑھ لیجو اور وقت میں گنجائش ہے تو مؤخر کردینا چاہیے، ہاں اگر وقت مکروہ ہونے لگے تو اس وقت اس کا کہنا نہ مانے، البتہ اگر وہ صریح کفر کا ارتکاب کرے اس وقت کسی محققِ عالم سے فتویٰ لے کر اس سے جدا ہوجاؤ۔ باقی فسق تک جب کہ وہ تم کو فسق کا حکم نہ کرے اس کی اطاعت کرو۔

عورت کا مقام

الحاصل تمہارے ذمہ کوئی کام نہیں اور مردوں کے ذمہ بہت کام ہیں، سفر کرو، تجارت کرو، معاش حاصل کرو، تمام دنیا کے بکھیڑے مردوں کے ذمہ ہیں، تمام اہل وعیال کا خرچ ان کے ذمہ ہے، تمہارے ذمہ کچھ بھی نہیں ہے اور اسی لئے تمہارا حصہ بھی آدھا ہی مقرر کیا ہے بلکہ یہ بھی تمہارے پاس زائد ہی ہے اس لئے کہ تمہارے ذمہ کسی کا خرچ نہیں۔ حتی کہ اپنا بھی نہیں وہ بھی مرد ہی کے ذمہ ہے تمہارے لئے تو بہت آسانی ہے، پس عورت ہونا تمہارا مبارک ہوگیا کیا کروگی

درجوں کو لے کر بس نجات ہو جاوے یہی غنیمت ہے۔

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے کبھی درجوں کی ہوس نہیں ہوئی کہ مجھے جنت میں بڑا درجہ ملے، میں اس بات سے بالکل خوش اور راضی ہوں کہ عذاب سے نجات ہو جاوے، چاہے جنت میں جوتیوں ہی کی جگہ مل جاوے اگر سزا نہ ہو تو بھی بہت ہے، باقی اگر تم درجوں کے کام کرو گی تو درجے بھی مل جاویں گے لیکن یہ ضروری نہیں کہ تم انبیاء سے بھی بڑھ جاؤ، بہر حال تم کو کام بہت کم بتلایا گیا ہے اس لئے تم خوش رہو اور مردوں پر رشک نہ کرو اور نہ مرد بننے کی تمنا کرو۔

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے تمنا کی تھی اور فرمایا تھا ''یا لیتنا کنا رجالًا'' یعنی کاش ہم تو مرد ہوتے کہ مردوں کے متعلق جو فضائل ہیں وہ ہم کو بھی حاصل ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے نہی فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾

''اور اس بات کی تمنا نہ کرو، جس میں اللہ تعالیٰ تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرماتا ہے''۔

خلاصہ اس آیت کا یہ ہے کہ جو فطری اور عادۃً غیر مکتسب یعنی غیر ممکن الاکتساب (۱) فضائل ہیں ان کی تمنا مت کرو جو چیزیں اکتساب سے تعلق رکھتی ہیں وہ حاصل کرو۔ پس یہ تمنا کرنا کہ ہم مرد ہوتے ہیں خدا پر اعتراض کرنا ہے کہ ہم کو عورت کیوں بنایا جس کو جیسا بنا دیا وہ وہی بہتر ہے۔

(۱) ایسی باتیں جو انسان خود سے حاصل نہیں کر سکتا اور کسی کو وہ فضیلت حاصل ہے تو اس کی تمنا نہ کرے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہونے کی تمنا نہ کرے

دیکھو صحابی ہونا کتنا بڑا رتبہ ہے لیکن میں اپنی نسبت کہتا ہوں کہ مجھ کو کبھی صحابی بننے کی تمنا نہیں ہوتی اس لئے کہ ہم جیسے ہیں معلوم ہے فطرت تو بدلتی نہیں اگر اس وقت ہوتے تو جب بھی ایسے ہی ہوتے تو خدا جانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ہم سے ادا ہوتے یا نہ ہوتے، اگر نہ ہوتے تو مردود ہو جاتے، اس سے تو اس وقت ہی غنیمت ہیں کہ سب عیوب ہمارے مستور ہیں بلکہ خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ ہم لوگ اس زمانہ میں نہ ہوئے۔ یہ صحابہ ہی کا کام تھا کہ حقوق نبوت انہوں نے اچھی طرح ادا کیے۔

عورت کا عورت ہونا ہی باعث فضیلت ہے

پس عورتوں کو بھی یہی سمجھنا چاہیے اور شکر کرنا چاہیے کہ ہم عورت ہوئے، مرد ہوتے تو مردوں کے متعلق جو حقوق ہیں شاید وہ تم سے ادا نہ ہوتے پس مالک حقیقی نے جس کے واسطے جو پسند کیا ہے وہی پسند ہے۔

بگوش گل چہ سخن گفتہ کہ خنداں است ــــ بہ عندلیب چہ فرمودۂ کہ نالاں است

”پھول کے کان میں کیا کہہ دیا کہ خنداں ہے اور بلبل سے کیا فرما دیا کہ نالاں ہے“

جس کو جو دے دیا ہے اس پر اس کو خوش ہونا چاہیے ہاں عمل کے اندر کوشش کرنا چاہیے اور اس کے ثمرات کی بھی تمنا نہ کرے اس لیے کہ وہ بھی غیر اختیاری ہیں اللہ تعالیٰ خود علیم و حکیم ہیں وہ خود جزا دیں گے۔

تو بندگی چو گدایاں بشرط مزد مکن ــــ کہ خواجہ خود روش بندہ پروری داند

تواضع کی تاکید

ایک حدیث قدسی کا مضمون ہے کہ ہمارے بعض بندے ایسے ہیں کہ ہم نے ان کو غریب پیدا کیا ہے۔ اگر ان کو ہم امیر کردیتے تو امارت میں لگ کر وہ ہم کو بھول جاتے اور بعض بندے ایسے ہیں کہ ہم نے ان کو امیر بنایا ہے اگر ہم ان کو غریب کردیں تو فقر وفاقہ کی مصیبت کے سبب وہ ہم کو بھول جاویں اور بعضے بندے ایسے ہیں کہ ان کو بیمار رکھتے ہیں اگر وہ تندرست ہوجاویں تو وہ غافل ہوجاویں۔

اس سے آگے فرماتے ہیں: (وذالك لانی اعلم بعبادی) یعنی اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے بندوں کے حال سے میں ہی واقف ہوں کہ کس حالت سے ان کو رکھنا مناسب ہے۔ مثل مشہور ہے کہ اپنے بچھڑے کے دانت آدمی خود ہی خوب جانتا ہے۔ پس ہر حالت میں خدائے تعالیٰ کا شکر کرو اور ہر حال میں اس کی حکمت اور رحمت سمجھو اور اس کے ساتھ اپنے نقصان امکان و بشریت کو بھی پیش نظر رکھو، ناز نہ کرو، یہ نہ سمجھو کہ ہم بزرگ ہیں ہم کو تکبر بھی جائز ہے غیبت بھی جائز ہے اگر تم نیک اور بزرگ ہو تو تم کو تو اور بھی زیادہ گناہوں سے بچنا چاہیے۔

دیکھو! اگر سفید کپڑے میں دھبہ لگ جاتا ہے تو وہ کتنا بدنما ہوجاتا ہے اور اگر کپڑا پہلے ہی سے میلا کچیلا ہے تو میل لگنے سے اس کا میل بڑھے گا تو ضرور لیکن ظاہر نہ ہوگا اس لئے کہ وہ پہلے ہی سے میلا ہے۔

انتخاب مضمون کی وجہ

الحمدللہ اس قصبہ میں مستورات کی حالت بہت اچھی ہے، میرا دل بہت خوش ہوا، اس لیے میں نے روزہ نماز کے متعلق کچھ بیان نہیں کیا اس لیے کہ بفضلہٖ

تعالیٰ پہلے سے ہی پابندی ہے میرا جی چاہا کہ ایسی بات کے متعلق بیان کروں کہ جو ان میں ہو۔ تاکہ اس مرض کی بھی اصلاح ہوکر کوئی کمی نہ رہے۔ سو وہ مرض یہ ہے کہ جو اکثر بیبیوں میں خصوصاً جو بہت نیک ہوں بوجہ کمی علم اور قلت بصیرت کے ہوتا ہے اور وہ اپنے کو بڑا سمجھنے کا مرض ہے۔ اس لیے یہ آیت اختیار کی گئی۔

تواضع اختیار کرنے کا حکم اور طریقہ

اب تم یہ سمجھو کہ حضرت مریم علیہا السلام آخر تم سے تو بزرگی میں زیادہ تھیں، باوجود اتنے کمالات پھر ان کو یہ حکم ہے کہ اے مریم تواضع کرو اپنے رب کے سامنے اور سجدہ کرو۔ مطلب یہ ہے کہ قلب کو بھی مشغول رکھو اور جوارح(۱) کو بھی کہ نماز پڑھو چونکہ تمام ارکان صلوٰۃ میں اعظم مقصود سجدہ ہے اس لیے اس کی تخصیص فرمائی اور (وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ) میں یا تو رکوع اصطلاحی مراد ہے اور یا لغوی معنی ہیں اور میں اخیر احتمال پر تفسیر کو مبنی کرنا چاہتا ہوں۔ پس مطلب یہ ہے کہ جھکو یعنی عاجزی کرو اس کے بڑھانے سے اشارہ اس طرف ہے کہ سب کچھ کرو مگر اپنے کو بڑا نہ سمجھو۔ اپنے کو پست کرو خدا کے سامنے کمزور سمجھو اور (مَعَ الرَّاكِعِينَ) کے بڑھانے میں یہ نکتہ ہے کہ تواضع کے حاصل ہونے کا طریقہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس کی تحصیل کا کیا طریقہ ہے حاصل طریق کا یہ ہے کہ تواضع کرنے والوں کے ساتھ رہو یعنی نیک صحبت اختیار کرو، صحبت نیک اخلاق کی درستی کا نہایت عمدہ ذریعہ ہے بغیر صحبت کے اخلاق کی درستی نہیں ہوتی اور چونکہ مستورات کو اس کا موقع بہت کم ملتا ہے اسی واسطے ان کے اخلاق عموماً درست نہیں ہوتے۔ پس ان کو

---

(۱) اعضاء کو بھی۔

صحبت نیک کی بہت ہی ضرورت ہے، مردوں کے لئے تو اس کا سہل طریقہ یہ ہے کہ بزرگوں کی خدمت میں جا کر رہیں سو یہ عورتوں سے ہو نہیں سکتا ہے اور مناسب بھی نہیں اس لئے کہ اول تو ان کے اپنے گھر کے مشاغل اس قدر ہیں کہ اتنی فرصت ان کو نہیں مل سکتی، دوسرے ان کی وضع کے بھی خلاف ہے۔ البتہ عورتوں میں اگر کوئی عورت بزرگ اور خدا رسیدہ ہوں تو ان کی خدمت میں رہیں لیکن عورتوں میں ایسی بہت کم ہیں تاہم اگر ایسا موقع میسر ہو تو ان کے پاس بیٹھو لیکن یہ بھی نہ ہو سکے تو پھر ان کے لیے بہترین طریقہ یہ ہے کہ بزرگوں کے تذکرے اور حکایتیں دیکھا کریں بطور نمونہ کے چند حکایتیں بھی اہل تواضع کی بیان کرتا ہوں۔

تواضع کی مثالیں

ایک بزرگ تھے ان کی ایک شخص نے دعوت کی۔ جب وہ کھانا کھانے کے لئے بلانے آیا تو اس کے ہمراہ تشریف لے گئے جب گھر پہنچے تو اس شخص نے کہا کہ آپ کیسے تشریف لائے۔ فرمایا کہ بھائی تم نے دعوت کی تھی کہنے لگا آپ بھی عجیب آدمی ہیں لوگوں کے سر پڑتے ہیں جاؤ کیسی دعوت ہوتی ہے۔ وہ بزرگ چلے آئے، وہ شخص پھر آیا اور کہا کہ آپ بھی عجیب شخص ہیں اس قدر نخرہ باز۔ میاں کی دعوت کی تھی چلتے کیوں نہیں، ساتھ ہو لیے جب پہنچے تو پھر کہا کہ آپ کیوں آئے، فرمایا کہ تم نے دعوت کی ہے، کہنے لگا کہ میں نے تو نہیں کی، خواہ مخواہ آپ آئے۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان! پھر چلے گئے وہ پھر آیا اور کہا کہ آپ بھی ہیں بڑے متکبر، اب آپ کو دس دس دفعہ بلاؤں، جب آپ آویں گے، چلئے پھر ساتھ ہو لئے، غرض اس ظالم نے تین چار مرتبہ ایسا ہی کیا اور وہ بزرگ ہر دفعہ آتے تھے اور لوٹ جاتے تھے۔ اس کے بعد وہ شخص پاؤں پر گر پڑا اور کہا حضرت خدا کے واسطے میرا

قصور معاف فرمائیے، میں نے یہ حرکت قصداً آپ کے امتحان کے لئے کی تھی۔ معلوم ہوگیا کہ آپ واقعی بزرگ ہیں۔ فرمانے لگے کہ بھائی یہ تو کوئی علامت بزرگی کی نہیں ہے یہ خصلت تو کتے میں بھی ہوتی ہے کہ روٹی دکھلا دو آجاوے، دھمکا دو چلا جاوے۔

حضرت مولانا اسماعیل شہید رحمۃ اللہ بہت تیز مزاج مشہور تھے۔ ایک شخص آزمانے کے لیے آیا، مولانا مجمع عام میں تشریف رکھتے تھے۔ اس نے پکار کر کہا کہ مولانا میں نے سنا ہے کہ آپ حلال کی پیدائش نہیں ہیں، حضرت مولانا کے اندر ذرا تغیر نہیں آیا اور ہنس کر فرمایا کہ آپ سے کسی نے غلط روایت کیا ہے میرے ماں باپ کے نکاح کے تو گواہ اب تک موجود ہیں۔

حضرت مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوریؒ بیٹھے حدیث کا درس دے رہے تھے ایک شخص نے بررو (۱) آکر گالیاں دینا اور برا بھلا کہنا شروع کیا۔ شاگرد بگڑے اور چاہا کہ اس کی خبر لیں، سب کو منع فرمایا اور یہ فرمایا کہ جو کچھ یہ کہتا ہے سب تو غلط نہیں ہے کہ کچھ تو سچ بھی ہے۔ ایسی ایسی حکایتیں دیکھا کرو، پھر انشاء اللہ دعویٰ اور فخر نہ رہے گا۔ اس صورت میں تو اقنتی اور وار کعی دونوں کا حاصل ایک ہی ہوگا۔ فرق اس قدر ہوگا کہ (وَارْكَعِيْ مَعَ الرَّاكِعِيْنَ) میں تواضع کے حامل ہونے کا طریقہ بھی ارشاد ہوا ہے اور دوسری توجیہ اور ہوسکتی ہے وہ یہ ہے کہ اقنتی میں تو تواضع للرب مراد ہے (۲) جیسا کہ لربك کی تقید سے ظاہر اور وار کعی سے تواضع للخلق (۳) مراد ہو۔ خلاصہ یہ ہوا کہ خدا کے سامنے بھی عاجزی کرو اور مخلوق سے بھی تواضع سے پیش آؤ۔ اس صورت میں یہ آیت تواضع مع اللہ اور تواضع مع الخلق دونوں کی جامع ہوجاوے گی۔ خلاصہ یہ ہوا کہ آدمی کا تکبر اور عجب کسی کے ساتھ بھی روا نہیں۔ شیخ شیرازی فرماتے ہیں:

---

(۱) منہ پر آکر (۲) اللہ کے لئے تواضع کرنا (۳) مخلوق کے لئے تواضع کرنا۔

زخاک آفریدت خداوند پاک　　پس اے بندہ افتادگی کن چو خاک

''اللہ پاک نے بندہ کو مٹی سے پیدا فرمایا، پس اسے زمین جیسی تواضع اختیار کرنا چاہیے''۔

ضرورت محاسبہ ومراقبہ

ایک شخص ایک بزرگ کے سامنے سے اکڑتا مکڑتا ہوا گزرا، ان بزرگ نے فرمایا کہ اترا کرمت چل، اللہ تعالیٰ ایسی چال کو دوست نہیں رکھتا، بہت بگڑا اور کہا ما تعرفنی من انا جانتے نہیں کون ہوں، ان بزرگ نے فرمایا جانتا ہوں اولك نطفة قذرة یعنی ابتداء تو تیری یہ ہے کہ ایک گندہ پانی ہے واخرك جیفة مذرة اور انتہا تیرا مردار ریزہ ریزہ ہے۔ وبین ذالك تحمل القذرة اور اس کی درمیانی حالت یہ ہے کہ تو پاخانہ کا بوجھ اپنے پیٹ میں اٹھا رہا ہے۔ واقعی ہم لوگوں کی حقیقت یہی ہے کہ اب ہم یہاں مجلس میں بڑے معزز بنے بیٹھے ہیں، ابھی اگر پیٹ پھٹ جاوے یا پیٹ میں ایک سوراخ کھل جاوے بدبو کے سبب یہاں لوگوں کو بیٹھنا دشوار ہو جاوے۔ سارا اعتقاد معتقدین کا رخصت ہو جاوے ہم کو اس کا خیال نہیں ورنہ حقیقت کو دیکھا جاوے تو ہماری حالت یہ ہے کہ ایک ایک کے پیٹ میں کم ازکم دو دو تین تین سیر نجاست موجود ہے اتنا بڑا عیب تو لیے پھرتے ہیں پھر بھی اپنے کو بڑا سمجھتے ہیں کتنی بڑی حماقت اور جہالت ہے۔ یوں نہ سمجھو کہ ہم بڑے ہیں بلکہ یہ سمجھو کہ ہم سڑے ہیں۔

مراقبہ کا طریقہ

الحاصل بزرگوں کی حکایتیں اور تذکرے دیکھا کرو اور اس کے ساتھ ایک

یہ کرو کہ ایک وقت روزانہ مقرر کرکے اپنے گناہوں کو سوچا کرو اور بزرگان دین کے کمالات کو یاد کرلیا کرو۔ اس وقت تم کو معلوم ہوگا کہ ہم تو کسی شمار وقطار میں بھی نہیں ہیں نہ ہمارے اندر کوئی کمال ہے اور جس کو تم کمال سمجھتی ہو اگر غور کروگی تو ہر ایک کمال کے ساتھ ایک ایسی شے لگی ہوئی ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے ناز اور فخر کسی طرح جائز نہیں۔

دیکھو مال ہی ہے وہ کوئی قابل فخر شے نہیں، اگر آج چور لے گیا تو صفایا ہوگیا۔ علم ہے وہ بھی خدا کے قبضہ میں ہے اگر ابھی سلب کرلیویں تو کورے رہ جاویں۔ بہتیرے واقعات ایسے ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں۔

ابھی کا واقعہ ہے۔ میرے ایک دوست ہیں، بڑے عالم فاضل ان کو فالج ہوا، دماغ پر بھی اس کا اثر ہوا، سب پڑھا لکھا بھول گئے۔ حتیٰ کہ ان کو الحمد شریف بھی یاد نہ رہی، علاج ہوا تو بہ مشکل انہوں نے تھوڑی تھوڑی الحمد یاد کی جب پوری یاد ہوگئی اور سنادی تو بہت سے روپوں کی مٹھائی تقسیم کی۔

خزانہ دماغ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جب اس میں خلل آجاتا ہے سارا علم بلکہ عقل تک رخصت ہوجاتی ہے اور وہی حالت ہوجاتی ہے جس کی نسبت ارشاد ہے (لِکَیۡ لَا یَعۡلَمَ بَعۡدَ عِلۡمٍ شَیۡئًا)(۱) جب یہ حالت ہے تو ناز کاہے پر ہے اور اگر اس حیثیت سے ناز ہے کہ خدا تعالیٰ نے ایک نعمت دی ہے تو اس پر ناز نہ کرنا چاہیے، نعمت پر شکر کیا کرتے ہیں اور اس کے زوال سے خوف کیا کرتے ہیں۔

مقام شکر

دیکھو! اگر کسی چمار کو بادشاہ کوئی موتی گراں (۲) بہا حفاظت کے لئے

---

(۱) سب کچھ جاننے کے باوجود آدمی ایسا ہوجاتا ہے جیسے کچھ نہیں جانتا (۲) قیمتی موتی۔

دے دے تو وہ بجائے اس کے کہ ناز اور فخر کرے یا دعویٰ ملک کا کرے ترساں اور لرزاں رہے گا کہ ایسا نہ ہو کہ مجھ سے یہ کہیں گم ہوجائے اور مجھ پر شاہی عتاب ہو اور اپنے کو ہر وقت نااہل سمجھے گا۔

اگر عمل پر ناز ہے تو یہ بھی کوئی ناز کی بات نہیں، خدائے تعالیٰ اگر توفیق نہ دیتے تو ہم سے کچھ بھی نہیں ہوسکتا، دنیا میں ہم سے بڑے بڑے عاقل اور دانشمند موجود ہیں اگر عقل اور دانش سبب اس کا ہوتا تو وہ بڑے عمل کرنے والے ہوتے لیکن ان کو ایمان تک بھی نصیب نہیں تو آخر یہ کون ہے جس نے ہم کو ان اعمال کی توفیق دی۔ ظاہر ہے کہ خدا نے ہی دی ہے۔ پس یہ بھی مقتضی شکر کو ہے نہ کہ فرح اور بطر اور عجب کو(۱)۔

اگر قوت پر فخر ہے تو اس قوت کی حقیقت یہ ہے کہ دو تین دن بخار آجاوے، چارپائی سے اٹھا بھی نہ جاوے، ایسی قوت کیا قابل فخر ہے یہاں شکر کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہے۔

اگر شرافت نسب پر فخر ہے تو یہ بالکل ہی غیر اختیاری شے ہے، دوسرے یہ کہ شرافت ایک عرفی کمال ہے کوئی حقیقی کمال نہیں ہے۔ تیسرے یہ کہ جن کی طرف ہم آپ کو نسبت کرتے ہیں خدا جانے واقع میں بھی منسوب ہیں یا نہیں اس لئے کہ دلیل اس کی محض شہرت ہی ہے۔

دیکھئے ہم لوگ تھانہ بھون کے رہنے والے فاروقی کہلاتے ہیں لیکن سلسلہ نسب میں حضرت ابراہیم بن ادھم ہیں کہ وہ بھی فاروقی مشہور ہیں اور اس قدر شہرت ہے کہ درجہ تواتر تک ہم سمجھے ہوئے تھے لیکن معلوم ہوا کہ عجلی یا تمیمی ہیں۔ پھر ایک رسالہ دیکھا اس میں سیادت بھی ان کی لکھی ہے میں نے حضرت مولانا گنگوہیؒ سے

(۱) نہ کہ خوشی اکڑ اور عجب کا باعث۔

پوچھا، حضرت نے فرمایا: ہاں سید بننے کو جی چاہتا ہوگا۔ اس رسالہ میں جو غور کیا تو اس میں بھی خدشات نکلے۔ اب چار روایتیں ابراہیم بن ادھم کے بارے میں جمع ہوگئی۔ فاروقی عجلی تمیمی، سید پانچواں شبہ یہ ہے کہ ابراہیم بن ادھمؒ بہت سے ہوئے ہیں، واللہ اعلم یہ فاروقی کون سے ابراہیم بن ادھمؒ کی طرف منسوب ہیں۔ مجھے تو جب سے یہ روایات معلوم ہوئی ہیں تو اس دعوائے نسب کو ترک کرتا ہوں اور نہ میں اپنے آپ کو فاروقی لکھتا ہوں۔ ہاں اس قدر تو محقق ہے کہ جو لوگ فاروقی کہلاتے ہیں یہ ادہمی ہیں۔

ایک بڑا قوی شبہ انساب کے متعلق مجھ کو یہ ہے کہ حضور ﷺ کے صحابہؓ بہت سے تھے پھر یہ کیا بات ہے کہ ہندوستان میں جس قدر شیوخ ہیں وہ صدیقی، فاروقی، علوی، انصاری، عثمانی ہی ہیں۔ کوئی ابوہریری یا مقدادی یا ابوطلحی وغیرہم نہیں ہے۔ آخر سب کہاں گئے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ آئے تو ہیں سب قسم کے لوگ لیکن تفاخراً بڑوں بڑوں کی طرف اپنے کو نسبت کرلیا ہے۔ مجھے سفر میں بہت لوگ فاروقی ملے لیکن وہ سب ادھیمی تھے اور میں نے اکثروں سے نسبت کے متعلق اپنے شبہات پیش کیے لیکن کسی نے شافی جواب نہیں دیا۔ اس لیے میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا کہ آج سے اپنے آپ کو فاروقی نہ لکھو۔ ایسا ہی شوق ہو تو ادھمی لکھ دیا کرو چنانچہ بعضوں کے ان میں سے خطوط آتے ہیں تو وہ ادھمی ہی لکھتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی کہ دریں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست

''جامیؒ تو بندہ عشق ہے نسب کو چھوڑ کہ اس راستہ میں فلاں بن فلاں کوئی چیز نہیں''

نسب میں افراط وتفریط

لیکن میرا مطلب یہ نہیں کہ نکاح کے وقت کفاءت (۱) کی تحقیق نہ کیا کرو کفاءت کی ضرور تحقیق کرنا چاہیے، لطف نکاح میں جب ہی ہے جبکہ زوجین ہم جنس ہوں اور غیر کفو میں ہونے سے علاوہ بے لطفی کے ذلت اور عار بھی عرفاً ہوتی ہے۔ اس افراط کے مقابلہ میں بعضوں کو تفریط ہوگئی ہے کہ ان کو اس نفی نسب میں غلو ہوگیا ہے کہ وہ اس کو لاشے محض بتلاتے ہیں۔

قنوج میں ایک مولوی صاحب آئے۔ وہ سید تھے اور وہ منھیاروں میں آکر ٹھہرے اور انہوں نے ان کی دلجوئی اور اپنی آمدنی کے لئے یہ کہنا شروع کیا کہ نسب کی شرافت کوئی چیز نہیں ہے اولاد آدم علیہ السلام سب برابر ہیں۔ وہاں کے شیوخ کو یہ گراں ہوا اور انہوں نے یہ شہرت دینی شروع کردی کہ یہ مولوی صاحب اپنی لڑکی منھیاروں کو دیں گے اور ایک چالاک شخص نے مولوی صاحب سے بررو پوچھا بھی کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ اپنی لڑکی منھیاروں میں دیں گے۔ مولوی صاحب غصہ میں ہوگئے اور طیش میں آکر کہتے ہیں کہ کون حرام زادہ کہتا ہے، لوگوں نے کہا کہ حضرت مولانا برا ماننے کی بات کون سی ہے سیادت اور شرافت تو کوئی چیز نہیں ہے۔ اس روز ان مولوی صاحب کی آنکھیں کھلیں۔

غرض نسب کے بارے میں افراط وتفریط دونوں برے ہیں نہ تو شیخ سید جولاہے ایسے برابر ہیں کہ آپس میں ان کے مناکحت جاری ہوں (۲) اور نہ ایسا فرق ہے کہ اس کی بنا پر نسب پر تفاخر کرنے لگیں اور دوسری قوموں کو حقیر اور ذلیل سمجھنے لگیں۔ البتہ جو شئی عرفاً سبب ذلت کا ہے اس سے بچے لیکن حفظ کے ساتھ تواضع کو اختیار کرے۔

(۱) اپنے ہم نسب و برابری کا لحاظ کرنے کی تحقیق (۲) باہم نکاح کریں۔

خلاصہ وعظ

خلاصہ تمام بیان کا یہ ہے کہ آدمی کے اندر کوئی شے ایسی نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے فخر اور ناز اور دعویٰ کرے۔ ہر وقت اپنے کو عاجز اور ذلیل سمجھے اور تکبر اور عجب کو چھوڑے۔ یہی مضمون تھا جس کو میں بیان کرنا چاہتا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ توفیق عمل کی عطا فرمادیں۔ آمین

ایک صاحب نے کہا کہ مجھ سے نماز کا حق ادا نہیں ہوتا، فرمایا کہ بھائی نماز کا حق کس سے ادا ہوسکتا ہے تم تو یہ بھی سمجھتے ہو کہ ہم سے حق ادا نہیں ہوتا اور ہم اس جہل میں مبتلا ہیں کہ ہم بہت اچھی نماز پڑھتے ہیں اور حالانکہ خاک بھی نہیں پڑھتے۔ بس بھائی اللہ تعالیٰ کو سجدہ کر لیتے ہیں وہ رحیم ہیں، قبول فرمالیں گے۔ ان سے امید قبولیت کی البتہ ہے گو ہماری نماز اس قابل نہیں۔ (کمالات اشرفیہ)

تمت

اللہ تعالیٰ اس وعظ سے مستفید ہونے والوں میں تواضع پیدا فرمائے اور تکبر سے بچائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی

۱۴۔ رجب المرجب ۱۴۳۳ھ

فہرست کتب

احکام القرآن حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے لکھی گئی ایک عظیم تفسیر جس میں فقہ حنفی کے مسائل کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے۔ دوسری منزل مصنفہ مولانا مفتی سید عبدالشکور رحمۃ اللہ علیہ ترمذی، تیسری، چوتھی منزل مصنفہ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

نام کتاب	مکمل قیمت
احکام القرآن دوسری منزل: (ایک عظیم تفسیر جس میں فقہ حنفی کے مسائل کو قرآن کریم سے ثابت کیا گیا ہے) قیمت جلد اول =/510 ' قیمت جلد ثانی =/468 ' قیمت جلد ثالث =/474 روپے (ایک جلد غیر مطبوع) قیمت تین جلد	1452/=
احکام القرآن تیسری منزل : قیمت جلد اول = / 414 ' قیمت جلد ثانی =/414 قیمت جلد ثالث =/324 قیمت تین جلد	1152/=
احکام القرآن چوتھی منزل: قیمت جلد اول =/540 ' قیمت جلد ثانی =/540 (دو جلدیں غیر مطبوع) قیمت دو جلد قیمت جلد ثالث: =/576 (ایک جلد غیر مطبوع) قیمت تین جلد	1656/=
مقالات القرآن (مفتی جمیل احمد تھانویؒ کے عظیم مقالات کا مجموعہ)	144/=
مقالات سیرت (مفتی جمیل احمد تھانویؒ کے چار عظیم مقالات کا مجموعہ)	108/=
عکس جمیل (سوانح حیات مفتی جمیل احمد تھانویؒ)	648/=
اسلام اور حدود و تعزیرات (اسلامی سزاؤں کے بارے میں مفتی صاحبؒ کے ۸ مقالات کا مجموعہ)	230/=

جمالیات جمیل: (مفتی جمیل احمد تھانویؒ کا اردو، عربی، فارسی مجموعۂ کلام)	522/=
مختصر قواعد میراث: (میراث کی تقسیم کے قواعد و قوانین کے بارے میں مفتی صاحبؒ کا رسالہ)	32/=
نماز کے اہم مسائل: (نماز کے ضروری مسائل پر حضرت مولانا تھانویؒ کے ملفوظات سے منتخب مجموعہ)	138/=
خلافت راشدہ: (خلافت راشدہ کے بارے میں حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی نادر اور محدثانہ تحریر)	86/=
دلائل وجوب قربانی: (کتاب و سنت و اجماع صحابہ اور عقلی دلائل سے قربانی کے وجوب پر ایک محققانہ تصنیف)	84/=
مرآت الآیات والحدیث: (قرآنی آیات کی ترتیب پر حضرت تھانویؒ کے مواعظ کی مکمل فہرست)	86/=
جلاء القلوب: (معترضین اسلام کے دندان شکن جوابات پر مشتمل حضرت تھانوی کا مشہور وعظ)	22/=
مواعظ حکیم الامت حضرت تھانویؒ 18 جلدیں (قیمت فی جلد =/200 روپے)	3600/=
مدراس البلاغۃ: مختصر معانی پڑھنے پڑھانے والوں کے لئے ایک نادر تحفہ۔ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ	230